بحث و نظر

# کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا؟

## ایک تحقیق

(حنیف بھوجیانی)

ایک استفسار کیا گیا ہے :-

میلاد خوانی واعظ حضرات عام طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ کا سایہ نہیں تھا اور اپنی تائید میں چند روائتیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) حکیم ترمذی کی کتاب نوادر الاصول میں ذکوانؓ سے مروی ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یری لہ ظل فی شمس ولا قمر۔

(۲) ابن سبع کہتے ہیں :- من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ظلہ کان لا یقع علی الارض (الخصائص الکبریٰ ص۶۸ ج۱ - للسیوطی)

(۳) روی ابن المبارک وابن الجوزی عن ابن عباس انہ لم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ظل۔ (زرقانی شرح مواہب ص۲۲ ج۴)

یہ حضرات بعض مصنفین کے اقوال بھی استدلال کے طور پر لایا کرتے ہیں مگر سب کا مرجع یہی روایات ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ :-

(الف) کیا یہ بات صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا؟

(ب) ان سب روایات کی حیثیت کیا ہے؟

## جواب

(۱) سرور دوعالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کی عظمت و فضیلت کے لئے قرآن عزیز اور احادیث صحیحہ و صریحہ کے نصوص بہت کافی و وافی ہیں۔ علمائے

حدیث و سیرت نے اس پر بہت سے دفتر لکھ دیئے ہیں ان کی موجودگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ایسی باتوں کی محتاج نہیں کہ آپ کا سایہ تھا یا نہیں ــــ معلوم نہیں ایسے حضرات کو اس بلا منفعت مسئلے میں کیا لطف آتا ہے۔

(۲) جب ادلہ شرعیہ قطعیہ اور عقل صحیح سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے انسان تھے حضرت آدم کی اولاد، جناب عبداللہ اور جناب آمنہ کے بیٹے تھے تو اس کا صاف مطلب یہی ہے، کہ دوسرے عام انسانی وبشری اوصاف کی طرح اس انسانی وصف سے بھی آپ موصوف تھے۔ ہاں آپ کا سایہ نہ ہونے کے بارے میں ادلہ عامہ کی تخصیص اور اقتضائے عقلی کے استثنا پر کوئی دلیل شرعی صحیح وصریح ثابت ہوتی تو کسی مسلمان کو اس کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا تھا لیکن اب تک ایسی کوئی دلیل نہیں پائی گئی بلکہ ادلہ عامہ کے علاوہ بعض احادیث سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک تھا چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ اس بات پر ناراض ہو گئے کہ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو "یہودیہ" کہہ دیا۔ اس پر آپ نے ان سے تعلق خاطر منقطع فرمالیا جو دو ماہ تک جاری رہا۔ حضرت زینب فرماتی ہیں کہ میں بہت ہی مایوس ہو گئی تھی مگر اچانک ایک دن عین دوپہر کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کا مجھے سایہ ہی پہلے دکھائی دیا۔

اس حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فی سفرلہ فاعتل بعیر لصفیۃ وفی ابل زینب فضل فقال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بعیرا لصفیۃ اعتل فلو اعطیتہا بعیرا من ابلک فقالت انا اعطی تلک الیہودیۃ؟ قال فترکہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذا الحجۃ والمحرم شہرین او ثلاثۃ لا یاتیہا قالت حتی یئست منہ وحولت سریری قالت فبینما انا یوما بنصف النہار اذا انا بظل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقبل (مسند امام احمد ص ۱۳۲ ج ۶) یہ روایت قدرے اختلاف الفاظ کے ساتھ بحوالہ طبرانی اوسط مجمع الزوائد ص ۳۲۳ ج ۴ میں بھی

اسی طرح ایک حدیث حضرت انسؓ سے جامع ابن وہب کے حوالہ سے حافظ ابن القیمؒ نے ذکر کی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظِلِّیْ وَظِلُّکُمْ (میرا سایہ اور تمہارا سایہ) ارشاد فرمایا ہے۔ پوری حدیث یہ ہے۔

عن انس بن مالک قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم صلوۃ الصبح ثم مد یدہ ثم اخرھا فلما سلم قیل لہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد صنعت فی صلوتک شیئًا لم تصنعہ فی غیرھا قال انی رایت الجنۃ فرایت فیھا دالیۃ قطوفھا دانیۃ حبھا کحب الدباء فاردت ان اتناول منھا فاوحی الیھا ان استاخری فاستاخرت ثم رایت النار فیما بینی وبینکم حتی رایت ظلی وظلکم فاومأت الیکم ان استاخروا فاوحی الی اقرھم فانک اسلمت واسلموا وھاجرت وھاجروا وجاھدت وجاھدوا فلم ار علیکم فضلا الا بالنبوۃ (حادی الارواح الی بلاد الافراح ص۲۲ طبع مصر)

ان دونوں حدیثوں سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک تھا۔

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنے ایک رسالے میں اپنے مفید مطلب چند روایتیں (جن کی حقیقت ابھی بیان ہوگی انشاء اللہ) نقل کر کے لکھتے ہیں۔

"جیسے ہم حدیثیں پیش کرتے ہیں مخالف کے پاس بھی کوئی حدیث ہو تو وہ بھی دکھلائے"

(انارۃ الفتح ص۱۶ مصنفہ خان صاحب بریلوی)

الحمد للہ کہ اس موضوع پر صاف معنی والی دو حدیثیں ہم نے پیش کر دی ہیں خانصاحب موصوف کے مقلدین کو چاہیئے کہ اب خاموش ہو جائیں۔

رہا معاملہ مشولہ روایتوں کا تو افسوس ہے کہ ان میں سے کوئی بھی کام کی نہیں، سب ناقابل اعتبار ہیں۔

اولاً: نوادر الاصول کوئی مستند کتاب نہیں، اس کے مصنف محمد بن علی الحکیم الترمذیؒ نے خود تصریح کی ہے کہ میں نے اپنی کتابیں بطور تفریح طبع تصنیف کی ہیں، اسی لیے انہوں نے اپنی مصنفات سے استدلال سے روک دیا ہے، چنانچہ استاذ قشیریؒ ان سے نقل کرتے ہیں ما صنفت

ملہ [illegible] ایک شخص [illegible] ۲۷ کے لئے دیکھو رسالہ قشیریہ [illegible]

حرفاً عن تدبيره ولا ينسب الى شئ منه ولكن كان اذا اشتد على وقتي انسلى به (رسالہ قشیریہ ص۲۴) حکیم ترمذی کا یہ مقولہ بہت سے مصنفین نے ذکر کیا ہے۔

اس کتاب کے بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی رائے یہ ہے

"نوادر الاصول اکثر احادیث غیر معتبر دارد" (نوادر الاصول میں بہت سی غیر معتبر حدیثیں ہیں)

پھر حکیم صاحب کا تذکرہ لکھ کر فرماتے ہیں،

"باید دانست کہ در تصانیف ایشاں احادیث غیر معتبرہ و موضوعات بسیار مندرج است وسبب ایں حادثہ را خود ایشاں بیان کردہ اند کہ من ہیچ گاہ تفکر و تدبر و تامل پیش از کار تصنیف نہ کردہ ام و نہ غرض من آں است کہ کسے ایں مؤلفات را من نسبت کنند بلکہ چوں مرا قبض وقت مے شد تسلی و آرام بہ تصنیف مے جستم و ہر چہ بخاطر مے رسید مے نوشتم" (بستان المحدثین ص۶۳ طبع لاہور)

سوچنے کی بات ہے کہ ایسے غیر محتاط شخص کی غیر محتاط تصنیف سے کوئی بات کیسے اخذ کی جاسکتی ہے خصوصاً جب کہ اس نے خود بھی روک دیا ہو۔

ثانیاً:- یہ روایت مرسل ہے، کیونکہ ذکوان تابعی ہے اور مرسل حجت نہیں ہوتی خصوصاً جب کہ اس کے مقابلہ پر متصل و ثابت حدیثیں موجود ہوں۔

ثالثاً:- مرسل ہونے کے علاوہ بھی اس کی سند سخت مخدوش ہے، علامہ سیوطی مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء (ص۷) میں لکھتے ہیں، کہ اس کی سند میں عبدالرحمن بن قیس راوی ہے وھو وضاع کذاب (وہ جھوٹی روائتیں گھڑنے والا بہت جھوٹا شخص تھا) دوسرا راوی عبدالملک بن عبداللہ بن الولید ہے وھو مجہول (اس کا کچھ پتہ نہیں کہ وہ کون ہے)، ملا علی قاری حنفی نے بھی شرح شفا (ص۵۳ جلد اول) میں اس روایت کو مخدوش قرار دیا ہے۔

رابعاً:- ابن سبع کے متعلق پہلے تو یہی معلوم نہیں کہ یہ کون صاحب ہیں اور کیسے ہیں۔ کشف الظنون میں ان کی ایک کتاب "شفاء الصدور" کا ذکر کیا ہے اور ابن سبع الامام الخطیب

سلیمان السبتی لکھا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ہاں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے کلام سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ان صاحب نے فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کرامات الاولیاء کے سلسلے میں دو کتابیں لکھی تھیں لیکن ساتھ ہی فرمایا ہے کہ "یہ حضرت ان مصنفین میں سے ہیں جن کی تصانیف میں بہت سے جھوٹ کی ملاوٹ ہوتی ہے کیونکہ ایسے حضرات کو کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ حدیث صحیح وضعیف کیا ہوتی ہے" چنانچہ مصنف فردوس دیلمی اور ابن سبع وغیرہ ذکر کر کے لکھتے ہیں

وامثال ھؤلاء ممن فی کتابہ من الکذب مالا یحصیہ الا اللہ ....

فھم لا یعرفون الصحیح من السقیم (کتاب الرد علی البکری ص۲۰-۲۱)

علاوہ ازیں ابن سبع نے کوئی روایت ذکر بھی نہیں کی تاکہ اس کا حال معلوم ہو سکتا ظن غالب یہ ہے کہ اس کی بنیاد حکیم ترمذی کی روایت پر ہے کیونکہ ابن سبع حکیم صاحب سے متاخر معلوم ہوتے ہیں

خامساً: ابن المبارک اور ابن الجوزی کی روایت بھی لاپتہ ہے، نہ اس کی کوئی سند نہ باقاعدہ کوئی حوالہ ظاہر ہے ایسی روایت جس کا سر ہو نہ پیر کیسے تسلیم کی جا سکتی ہے۔

باقی اس سلسلے میں جو اقوال الرجال نقل کئے جاتے ہیں ان کا مبنٰی یہی روایات ہیں۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ مبنی علیہ ہی کسی اعتماد و استناد کے قابل نہیں تو ان اقوال کی گو وہ کتنے ہی "بڑے لوگوں" کے کیوں نہ ہوں کیا حیثیت رہ جاتی ہے خصوصاً اس صورت میں کہ اثبات ظل میں احادیث صریحہ وارد ہیں وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم۔


# مطبوعات المکتبۃ السلفیہ لاہور

| | | | |
|---|---|---|---|
| سنن نسائی شریف عربی مع التعلیقات السلفیہ | -/-/۴۰ | حیات امام احمد بن حنبل مجلد طبع دوم | -/-/۱۰ |
| حیات شاہ ولی اللہ دہلوی مجلد | -/-/۶ | الفوز الکبیر عربی ٹائپ (زیر طبع) | -/-/۳ |
| دیوان حماسہ بحاشیہ مولانا اعزاز علی مرحوم (عربی) | -/-/۱۲ | اصول تفسیر اردو (از ابن تیمیہؒ) | -/۱۲/- |
| | | پیارے رسول کی پیاری دعائیں | -/۸/- |